حضرت اقدس کی پرانی تحریرین

(جو الحکم مین شائع ہونے والے مضامین)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربیٰ۔ پس حسان کو خدا تعالیٰ نے [illegible] عدل سے جو ذکر کیا یہہ اسی کی طرف اشارہ ہے جو احسان وہی قابل تعریف ہے کہ جسمین عدل کی رعایت مفقود نہو یعنے وضع شے کا غیر محل مین نہو کیونکہ عدل کے یہی معنی ہین جو ہر یک شے کو اپنے محل پر وضع کرین پس ایسا احسان کہ مثلاً کوئی شخص چوری کرے اسی کو روپیہ کچھہ دیدے یہہ احسان جائز نہین ہے کیونکہ یہہ عدل کی پابندی سے نہین یا مثلاً ایسا احسان کہ حقدار کے حق سے تلافی کرکے کسی دوسرے سے سلوک کرے۔ اسی طرح ایک تعلق [illegible] جو احسان مین داخل ہے وہ عدل کی پابندی سے مخصوص ہے اور اگر عدل کی پابندی نہ ہے یعنے ایسا رحم ہو کہ جس مین عدل فوت ہوتا ہے یا ایسا عفو ہے کہ جسمین عدل فوت ہوجاتا ہے وہ جائز نہین مگر اسجگہ یاد رہے کہ احسان کے معاملہ مین ہر یک شخص کو اپنا زور [illegible] یعنے اپنا حق بطور احسان کے دوسرے کو دیدے مگر یہ جائز نہین کہ کسی دوسرے کا حق احسان [illegible] تلف کرے اسی طرح عفو مین یہ جائز نہین کہ ایسے موقع مین کہ مقتضاء عدل کا قصاص ہو عفو کرے لیکن یاد رہے کہ عدل سے مراد وضع الشے فی محلہ ہے اور جمع ہونا عدل کا عفو یا عدل اور احسان اور یا عدل اور انتقام کا ایک محل مین اجتماع [illegible] مین سے نہین ہے اور عدل مین بہرحال سزا دینا لازم نہین بلکہ وصفیت عدل کی یہ ہے کہ جو امر باعث اکثر اغلب لوگون کی بھلائی کا ہے وہی بجالایا جائے یعنے وضع شے کا اپنے محل پر کیا جائے اس صورت مین عدل اور اخلاق فاضلہ مین کچھہ تضاد نہین بلکہ اخلاق فاضلہ وہی اچھے ہین کہ جب عدل کے ساتھہ جمع ہون اور جو علت غائی اخلاق فاضلہ کی ہے یعنے اتصال بالمبدا کے لئے ذریعہ ہونا وہ تبہی متحقق ہو سکتی ہے کہ جب بشمول عدل اخلاق فاضلہ صادر ہون کیونکہ خداوند تعالیٰ حق محض ہے اور ہر یک امر جو حقانیت سے خالی ہو وہ ذریعہ اوس کے حصول کا نہین ہو سکتا بلکہ اوس سے بُعد اور دوری پیدا ہوتی ہے اور اس جگہ یہہ یاد رکھنا چاہئے جو اخلاق فاضلہ فی نفسہ کچھہ چیز ہی نہین بلکہ وہ اسلئے استعمال لائی جاتی ہین کہ تا حصول وصال الٰہی کے لئے وسائل ہون پس وہ اسی حالت مین وسیلہ ٹھہر سکتی ہین کہ جب علیٰ وجہ الحق والحکمت صادر ہون کیونکہ جب اخلاق علیٰ وجہ الحق

والحکمت صادر ہون گے تو انسان کو التزام حق کا ایک ملکہ پیدا ہوجاوے گا اور وہ حقانی طرح کا آدمی بن جائیگا اور یہہ امر اوس کے لئے باعث اتصال بالمبدء کا ہے کیونکہ التزام حق کو بجز مبداء قدیم کے اور کسی چیز سے تشبیہ اور مناسبت نہین اور جب تک انسان تخلق باخلاق اللہ اختیار نکرے درجہ محویت کا اسکو حاصل نہین ہو سکتا۔

اب اسباب کا سمجھنا بھی ضروری ہے جو التزام حق سے کیا مراد ہے سو اس کی توضیح یہ ہے کہ ضروری امر انسان کے لئے یہ ہے جو اسکے سارے کام خدا کے لئے ہوجائین اس کا عفو اس کا رحم اس کا احسان اس کا انتقام اس کا قصاص اس کی نرمی اسکی درشتی محض خدا کے لئے ہوجائے اور کوئی غرض درمیان نہو [illegible] تمام قول وفعل اور حال مین اپنے وجود سے [illegible] اور نجات [illegible] کا ہے لیکن [illegible] تمام اخلاق [illegible]

[illegible]

کہ اخلاق فاضلہ کی ورزش سے یہہ غرض ہے کہ وہ اتصال بالمبدء کے لئے ذریعہ ہون یعنے ایسے طور سے استعمال مین ہون کہ جس سے انسان اپنے ذات سے بالکل محو ہوکر اتصال بالمبدء حاصل کرے اور وہ طریق بجز اسکے اور کوئی نہین کہ انسان اپنے اخلاق کو محض اس نیت سے استعمال کرین جو وہ خدا کے اخلاق کے تابع ہوجائین اور جیسے سایہ اپنے وجود مین کچھہ چیز نہین بلکہ وہ اصل سے ہی پیدا ہوتا ہے اور اصل کی ہی متابعت مین محو ہوتا ہے ویسا ہی سالک کے لئے لازم ہے کہ اسکو اپنی ذات مین نفی اخلاق کا درجہ حاصل ہو یعنے ایسا ہو کہ اسکے لئے کوئی بھی صفت نہین نہ اس مین رحم کی صفت ہے نہ عفو کی نہ قہر کی نہ لطف کی اور ان صفتون کو اپنے مین پیدا کرنے [illegible] اخلاق الٰہی ہونا ذریعہ اخلاق اس طور سے اوس سے صادر ہون کہ جیسے توحید فعلی پیدا ہوتی ہے اور توحید فعلی اخلاق کی [illegible] کہ جب اخلاق انسان کو بہ تبعیت اخلاق اپنے خالق کے صادر ہون اور خالق کے تمام اخلاق [illegible]

حقیقی نیکی کہ جس کی ہر ایک حق اور حکمت پر [illegible] دنیا مین تعریف جس کا [illegible] نہین پایا جاتا بلکہ قہر بھی پایا جاتا ہے لیکن خالق کا مقصود بالذات نہ لطف ہے نہ قہر ہے بلکہ حقیقی نیکی مقصود بالذات ہے اور لطف اور قہر اسکے لباس ہین اور جس طرح تبدیل لباس سے صاحب لباس کی ذات مین فرق نہین آتا اسی طرح تبادل لطف اور قہر سے حقیقی نیکی مین کچھہ بھی تبدل واقعہ نہین ہوتا چونکہ خدا اپنے بندون سے حقیقی نیکی بجالاتا ہے اسلئے وہ شخص جو توحید فعلی کے حصول کا خواہان ہو اسکو سمجھنا چاہئے کہ یہہ توحید فنائی اخلاق اللہ سے حاصل ہوتی ہے اور مرتبہ فنائی اخلاق اللہ کا تب متحقق ہو سکتا ہے کہ جسطرح خداوند تعالیٰ حقیقی نیکی کو بجالاتا ہے [illegible] کو۔ عسیٰ ان تکرھوا شیئاً و ھو خیر لکم۔

[illegible] حقیقی نیکی کا مصدر ہوجائے یعنی حقیقی نیکی کا مصدر رہا تو [illegible] فنائی اخلاق اللہ کے مرتبہ تو حید فعلی کا پالے گا اور ہم پہلے بیان کر چکے ہین کہ اخلاق فاضلہ فی نفسہ کچھہ چیز نہین بلکہ وہ تو تین خدا [illegible] کو اس لئے عطا فرمائی ہین کہ تا انسان فنائی اخلاق اللہ کا مرتبہ حاصل کرکے توحید فعلی کو حاصل کرلے۔

اب جبکہ مدار فنائی اخلاق اللہ کا حقیقی نیکی ٹھہری تو اسی حقیقی نیکی پر قدم مارنا صراط مستقیم ہے اور اسی کا نام توسط اور اعتدال ہے کیونکہ توحید فعلی جو مقصود بالذات ہے وہ اسی پر حاصل ہوتی ہے اور جو شخص اس نیکی کے حاصل کرنے مین متساہل رہے وہ درجہ تفریط مین ہے اور جو شخص اس سے آگے گذر گیا وہ افراط مین پڑتا ہے ہر جگہ رحم کرنا افراط ہے کیونکہ محل کے ساتھہ بے محل کا پیوند کردینا اصل پر زیادتی ہے اور یہی افراط ہے اور کسی جگہ بھی رحم نکرنا یہہ تفریط ہے کیونکہ اسمین محل بھی فوت کردیا اور یہی تفریط ہے اور وضع شے کا اپنے محل پر کرنا یہہ توسط اور اعتدال ہے کہ جو صراط مستقیم سے موسوم ہے جسکی تحصیل کے لئے کوشش کرنا ہر ایک مسلمان پر فرض کیا گیا ہے اور اس کی دعا ہر نماز مین بھی مقرر ہوئی ہے جو صراط مستقیم کو مانگتا ہے کیونکہ یہ امر اسکو توحید پر قایم کرنے والا ہے کیونکہ صراط مستقیم پر ہونا خدا کی صفت ہے علاوہ اسکے صراط مستقیم کے حقیقت حق اور حکمت ہے پس اگر وہ حق اور حکمت خدا کے بندون کے ساتھ بجالایا جائے تو اوس کا نام حقیقی نیکی ہے اور اگر خدا کے ساتھ بجالایا جائے تو اوس کا نام اخلاص اور احسان ہے اور اگر اپنے نفس کے ساتھ بجالایا جائے تو اس کا نام تزکیہ نفس ہے اور صراط مستقیم [illegible] ہے

کہ جسمین حقیقی نیکی اور اخلاص مابعد اور تزکیہ نفس تینون شامل ہین۔

اب اس جگہ یہ بھی سمجھنا چاہئے کہ صراط مستقیم جو حق اور حکمت پر مبنی ہے تین قسم پر ہے علمی اور عملی اور حالی اور پھر یہ تینون تین قسم پر ہین علمی مین حق اللہ اور حق العباد اور حق النفس کا شناخت کرنا ہے۔ اور عملی مین ان حقوق کو بجالانا۔

مثلاً حق علمی یہ ہے کہ اوسکو ایک سمجھنا اور اوسکو مبدء تمام فیوض کا اور جامع تمام خوبیون کا مرجع اور مآب ہر ایک چیز کا اور منزہ ہر ایک عیب اور نقصان سے جاننا اور جامع تمام صفات کاملہ ہونا اور قابل عبودیت ہونا اسی مین محصور رکھنا یہہ تو حق اللہ مین علمی صراط مستقیم ہے۔ اور عملی صراط مستقیم یہہ ہے جو اسکی طاعت اخلاص سے بجالانا اور طاعت مین اوس کا کوئی شریک نکرنا اور اپنی بہبودی کے لئے اسی سے دعا مانگنا اور اسی پر نظر رکھنا اور اسی کی محبت مین کھوئے جانا یہہ عملی صراط مستقیم ہے کیونکہ یہی حق ہے۔

اور حق العباد مین علمی صراط مستقیم یہہ ہے جو انکو اپنا ہی نوع خیال کرنا اور انکو بندگان خدا سمجھنا اور بالکل ہیچ اور ناچیز خیال کرنا کیونکہ معرفت حقہ مخلوق کی نسبت یہی ہے۔ جو ان کا وجود ہیچ اور ناچیز ہے اور سب فانی ہین یہہ توحید علمی ہے کیونکہ اس سے عظمت ایک ہی ذات کی نکلتی ہے کہ جسمین کوئی نقصان نہین اور اپنی ذات مین کامل ہے۔

اور عملی صراط مستقیم یہ ہے کہ حقیقی نیکی بجالانا یعنے وہ امر جو حقیقت مین اون کے حق مین اصلح اور راست ہے بجالانا یہہ توحید عملی ہے کیونکہ موحد کی اسمین یہ غرض ہوتی ہے کہ اس کے اخلاق سراسر خدا کے اخلاق مین فانی ہون اور حق النفس مین علمی صراط مستقیم یہہ ہے کہ جو جو نفس مین آفات پیدا ہوتی ہین جیسے عجب اور ریا اور تکبر اور حقد اور حسد اور غرور اور حرص اور بخل اور غفلت اور ظلم ان سب سے مطلع ہونا اور جیسے وہ حقیقت مین اخلاق رذیلہ مین ویسا ہی اون کو اخلاق رذیلہ جاننا یہہ علمی صراط مستقیم ہے اور یہ توحید علمی ہے کیونکہ اس سے عظمت ایک ہی ذات کی نکلتی ہے کہ جس مین کوئی عیب نہین اور اپنی ذات مین قادر رہے۔

اور حق النفس مین عملی صراط مستقیم یہہ ہے جو نفس سے ان اخلاق رذیلہ کا قلع قمع کرنا اور صفت تخلی عن الرذائل اور تحلی بالفضائل سے متصف ہونا حق النفس مین صراط مستقیم ہے۔ یہہ توحید حالی ہے کیونکہ موحد کی اس سے یہ غرض ہوتی ہے۔ کہ تا اپنے دل کو غیر اللہ کے دخل سے خالی کرے۔

اور اس میں حق العباد میں جو عملی صراط مستقیم ہے ایک فرق باریک ہے۔

اور وہ یہ ہے جو عملی صراط مستقیم حق النفس کا وہ صرف ایک ملکہ ہے جو بذریعہ ورزش کے انسان حاصل کرتا ہے۔ اور ایسا بالمعنے شرف ہے خواہ خارج میں کبھی ظہور میں آوے یا نہ آوے۔ لیکن حق العباد جو عملی صراط مستقیم ہے وہ ایک خدمت ہے اور تبھی متحقق ہوتی ہے کہ جب افراد کثیرہ بنی آدم کو خارج میں اس کا اثر پہونچے اور شرط خدمت کی ادا ہو جائے غرض تحقق عملی صراط مستقیم حق العباد کا ادائے خدمت میں ہے اور عملی صراط مستقیم حق النفس کا صرف تزکیہ نفس پر مدار ہے کسی خدمت کا ادا ہونا ضروری نہیں ہے تزکیہ نفس ایک جنگل میں اکیلے رہ کر بھی ادا ہو سکتا ہے لیکن حق العباد بجز بنی آدم کے ادا نہیں ہو سکتا۔

اب جاننا چاہیئے جو صراط مستقیم علمی و عملی سے غرض اصلی توحید علمی اور توحید عملی ہے یعنے وہ توحید جو بذریعہ علم کے حاصل ہو اور وہ توحید جو بذریعہ عمل کے حاصل ہو۔ پس یاد رکھنا چاہیئے جو قرآن شریف میں بجز توحید کے اور کوئی مقصود اصلی قرار نہیں دیا گیا اور باقی سب اوس کے وسائل ہیں ایسا ہی اخلاق فاضلہ کا حاصل کرنا توحید علمی کے قائم کرنے کے لئے ہے کہ تا انسان کے آئینہ وجود میں اخلاق اللہ کا عکس منعکس ہو کر اوسکو بالکل خودی اور ہستی سے محو کرے پس اگر انسان بطور خدمت مخلوق کے اپنے اخلاق کو معرض ظہور میں لاتا ہے تو یہ سارا کام اس غرض سے ہوتا ہے کہ تا اپنے افعال کو مبدء قدیم کے افعال میں فانی اور گم کرے جیسا فرمایا ہے ان صلاتی و نسکی و محیای و مماتی للہ رب العالمین۔ اور جیسا فرمایا بی یسمع بی یبصر بی یمشی بی یبطش۔ اور اس حالت میں کہ افعال اوس کے افعال الٰہی کا ایک سایہ ہوتے ہیں تو اس صورت میں بجز التزام حق اور حکمت کے اور کسی چیز کا التزام اُسکے افعال میں نہیں آتا اور جو مقتضاء حق اور حکمت کا ہو وہی اُس سے صادر ہوتا ہے اور اُسی کو وہ اصل محکم سمجھ کر اُس سے جو کمی بیشی ہو اوسکو افراط اور تفریط سمجھتا ہے۔

ایسا ہی تزکیہ نفس کی حالت میں توحید علمی غرض ہوتی ہے اور اس سے یہہ مطلب ہوتا ہے کہ تا اپنے صحن قلب کو دخل غیر اللہ سے صاف اور پاک کرے اور بلا شبہ اخلاق رذیلہ سب غیر اللہ ہیں جو کسی خود غرضی کے منشاء سے پیدا ہو جاتے ہیں ایک شخص جو تکبر کرتا ہے اُسکو اپنے نفس کو بزرگ بنانا مدنظر ہوتا ہے۔ ایسا ہی عجب میں بھی اپنے ہی نفس کی خوبی دیکھی جاتی ہے بخل میں بھی اپنی ہی خودداری منظور ہوتی ہے حرص بھی اپنا ہی نفس خوش کرنے کے لئے ہوا کرتی ہے۔ پس انسان کی فلاح کلی شرک سے اسی میں ہے کہ وہ اخلاق ذمیمہ سے تزکیہ اپنے نفس کا کر کے توحید عملی اختیار کرے اور اسی کی طرف اشارہ ہے قد افلح من زکّٰھا۔ اور اسی طرف اشارہ ہے جو فرمایا

الذین اٰمنوا ولم یلبسوا ایمانھم بظلم اولٰئک لھم الامن وھم مھتدون۔

یعنے جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کو کسی نوع کے شرک سے ملبوث نہیں کیا انہیں کو خطرات عذاب سے امن ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں یعنے اُن کا قول اور فعل اور حال سب خدا کے لئے ہو گیا ایمان بھی خالصًا خدا پر لائے اور توحید فی ذات اللہ اور توحید فی صفات اللہ کا درجہ پایا۔ اور پھر اپنے اخلاقی قوتوں کو بھی خدا کی راہ پر خرچ کیا یعنے توحید فی تبعیت اخلاق اللہ اختیار کی۔

اور یہ توحید یعنے توحید فی تبعیت اخلاق اللہ اسلئے توحید ہے جو اس سے اپنے صفات سے فنا لازم آتی ہے۔

اور پھر توحید آخری جو توحید حالی ہے یہہ ہے کہ جو نفس کو اخلاق رذیلہ اور ہر ایک خواہش ماسوا اللہ سے پاک کر کے اُنس اور شوق الٰہی میں مستغرق کریں یہہ اسلئے توحید ہے جو اسمیں فنا اپنی ذات سے لازم آتی ہے کیونکہ بکلی تزکیہ نفس کا تبھی ہوتا ہے کہ جب نفس ہی درمیان میں نہ رہے۔

صیقل زدم آن قدر کہ آئینہ نماند

یہہ توحید بوجہہ کامل دعا اور تضرع سے حاصل ہوتی ہے کیونکہ اپنے وجود اور اپنے خواہشوں سے بکلی منقطع ہو جانا وضع عادت انسان کے برخلاف ہے اسلئے محض اپنے علم اور زور سے اس مہم کو فتح کرنا نہایت درجہ مشکل ہے اور عبودیت خالص بجز اس توحید کے ممکن نہیں اسی لئے اس توحید کے حاصل کرنے کے لئے ایاک نعبد و ایاک نستعین کی دعا ہے۔ کیونکہ بجز فضل الٰہی کے یہہ توحید حاصل نہیں ہو سکتی۔

اب خلاصہ یہ ہے کہ توحید تین قسم کی ہے ایک توحید علمی کہ جو تصحیح عقاید سے حاصل ہوتی ہے۔ دوسری توحید عملی کہ جو قویٰ اخلاقی کو خدا کے راستہ میں کرنے سے یعنے فنا فی اخلاق اللہ سے حاصل ہوتی ہے۔ تیسری توحید حالی جو اپنے ہی نفس کا حال اچھا بنانے سے حاصل ہوتی ہے یعنے نفس کو کمال تزکیہ کے مرتبہ تک پہونچانا اور غیر اللہ سے صحن قلب کو بالکل خالی کرنا۔ اور نابود اور بے نمود ہو جانا یہہ توحید بوجہ کامل تب میسر آتی ہے کہ جب جذبہ الٰہی انسان کو پکڑے اور بالکل اپنے نفس سے نابود کر دے اور بجز فضل آلٰہی کے نہ یہہ علم سے حاصل ہو سکتی ہے اور نہ عمل سے۔ اسی کے لئے عابدین مخلصین کی زبان پر نعرہ ایاک نستعین ہے ان اللہ یزکی من یشاء لیکن جو شخص ظلم صریح اور کذب فاش کو چھوڑ دے اور حتی الوسع و استطاعت تزکیہ نفس میں مجاہدہ کرے اوسکو جناب الٰہی سے امیدوار ہونا چاہیئے جو اس توحید کا پیالہ اوسکے نصیب کرے۔ گرچہ وصالش نہ بکوشش دہند ہر قدر اے دل کہ توانی بکوش۔

والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا۔ والذین اٰمنوا ولم یلبسوا ایمانھم بظلم اولٰئک لھم الامن وھم مھتدون۔

ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطانا

خلاصہ کلام یہہ ہے کہ توحید تین قسم پر ہے۔ توحید فی ذات اللہ و صفات اللہ۔ توحید بہ تخلق اخلاق اللہ۔ توحید بہ شہود وجود اللہ۔ توحید فی ذات اللہ تب متحقق ہوتی ہے کہ جب تمام اسم باطلہ کو لا نافیہ کے نیچے داخل کرے یعنے لا الٰہ الا اللہ کے مضمون کا قائل ہو اور اسی کے ضمن میں توحید فی صفات اللہ بھی متحقق ہو جاتی ہے کیونکہ نفی الوہیت سے صفات الوہیت کی نفی بھی لازم آتی ہے پھر زیادہ تر تشریح اسکی کلمہ وحدہٗ لا شریک میں ہے جسکے یہ معنے ہیں جو کسی نوع کا شریک خدا کے لئے جائز نہیں یہ تو توحید علمی ہے۔

اور توحید عملی یعنی عمل باخلاق اللہ تب متحقق ہوتی ہے کہ جب ہر ایک فعل اوس سے بہ تبعیت اخلاق الٰہی صادر ہو یعنے افعال اس کے مرضیات الٰہی میں ایسے محو ہوں جو اخلاق الٰہی کے اظلال اور آثار ہو جائیں اور یہ حالت اسوقت صورت پذیر ہو سکتی ہے کہ جب اخلاق بندہ کے حق اور حکمت پر مبنی ہوں کیونکہ خدا کی اخلاق حق اور حکمت پر مبنی ہے اور جب التزام حق کا لازم آیا تو وہی اخلاق ذریعہ توحید کا ٹھہرینگے کہ جو حق اور حکمت پر مبنی ہو۔ یا اقسام توحید کے بہ تفصیل ذیل ہیں۔

توحید اعتقادی - توحید فی العبادت
توحید اخلاقی - توحید شہودی -

توحید اعتقادی ظاہر ہے۔ توحید فی العبادت یہ ہے کہ عبادات میں خدا کا کوئی شریک نہ ٹھہرا دیں توحید اخلاقی یہ ہے جو ہر ایک فعل بہ تبعیت اخلاق الٰہی صادر ہو اور اسی کا ظل اور سایہ ہو۔ توحید شہودی یہ ہے جو بہ شہود ہستی حقیقی اور عظمت حقیقی باری تعالٰے کے صحن قلب کو غیر اللہ سے بالکل خالی کیا جائے۔

مرزا صاحب کی تعلیم کا اثر

انصاف پسندی اور بے تعصبی قابل قدر

جو ہر ہیں۔ جہاں سلسلہ عالیہ احمدیہ کی مخالفت میں دلیسی پریس خواہ نخواہ اپنے فرایض منصبی کی کچھ بھی پروا نکرتا ہوا حد اعتدال سے گذر جاتا ہے وہاں بعض معقول پسند اور بے لوث اخبار نویس ایسے بھی ہیں جو بلا خوف لومتہ لائم اپنی بے لگاؤ رائے کے اظہار سے رک نہیں سکتے۔ ایسے ہی اخبار نویسوں میں سے ایک معزز ہمعصر پیسہ اخبار بھی ہے جسنے جب کبھی اسے موقع ملا ہے سلسلہ عالیہ پر لکھتے ہوئے صاف دلی سے اظہار رائے کیا ہے چنانچہ ۲۸ اگست ۱۹۰۵ء کو اسنے مندرجہ ذیل نوٹ شایع کیا ہے۔

مرزا غلام احمد صاحب مدعیئے مسیحیت و مہدویت وغیرہ اپنے دعاوی میں سچے ہیں یا جھوٹے اس خیال کو جانے دو۔ ایک ایسے شخص کو جو کسی دشمن کی نصیحت سے بھی مستفید ہونا چاہتا ہے۔ ان جھگڑوں سے کیا سروکار۔ ان کے مریدوں کی اخلاقی اور دینی حالت پر نظر ڈالو جو اکثر برائے نام مسلمانوں سے بہترین و افضل نظر آئے گی۔ قریبًا تین ماہ کا عرصہ ہوا ایک مقام پر ایک میرزائی (احمدی) اور ایک مشہور مولوی صاحب بحث کر رہے تھے۔ پانچ سات اور معزز مسلمان بھی بیٹھے تھے۔ مولوی صاحب جوش میں آنکھیں سرخ کرتے۔ مرزا مرزا پکارتے اور مخاطب سے کسی قدر ترشروئی و سختی سے پیش آتے تھے۔ اسپر کمال یہ تہا کہ جب مرزائی کی باری جواب دینے کی آتی تو مولوی صاحب درمیان ہی میں بول اُٹھتے اور اپنا سلسلہ سخن بند نہ ہونے دیتے برخلاف ان کے مرزا صاحب کا مرید نہایت متانت و اخلاق اور ادب سے گفتگو کرتا اور مولوی صاحب کے غیر مہذب الفاظ (جو وہ مرزا صاحب کے حق میں کہتے تھے) نہایت صبر اور تحمل سے کام لیتا تہا اس سے ہزار درجہ بڑھکر صبر و تحمل کا ایک واقعہ قادیان میں حکیم مولوی نورالدین صاحب کی طرف سے ظاہر ہوا ہے۔ ۲۸ جولائی کو مولوی صاحب کی عورت کا انتقال ہو گیا۔ اور ۱۲ اگست کو دو سال ایک بچہ بھی نذر اجل ہوا جس کے متعلق الحکم اور بدر سے معلوم ہوا۔ کہ مولوی صاحب نے قبر میں رکھنے سے پہلے لڑکے کا کفن کھولا۔ اُس کے مُنہ کو بوسہ دیا اور چند قطرے آنسوؤں کے آنکھ سے نکلے دفن کرنے کے بعد مرحوم کا کفن کھولنے اور منہ چومنے کے متعلق فرمایا کہ جب آنحضرت کا بچہ ابراہیم فوت ہو گیا تو آپ نے بھی ایسا ہی کیا اور خدا کی مدح کی کہ ہم تیرے ہر ایک فعل پر خوش ہیں۔ البتہ چند روزہ

کلمات طیبات حضرت امام الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام

۱۲ ستمبر ۱۹۰۵ء آج کے الہام انی مھین من اراد اھانتک کا ذکر تھا۔

فرمایا۔ بڑے بڑے مکذبین اور ایذا دہندہ جو ہیں۔ ان کو خدا تعالےٰ ہمارے سامنے ہی اس زمین سے ناکام اٹھا رہا ہے اور ان کی مرادوں کے برخلاف دن بدن اس سلسلہ کو ترقی دے رہا ہے ابتدا میں جن لوگوں نے بہت زور شور سے مخالفت کا بیڑا اٹھایا تھا۔ ان میں سے کوئی چودہ پندرہ ایسے یاد ہیں۔ جو ہماری مخالفت کے معاملہ میں ناکام مر چکے ہیں ان میں سے مولوی غلام دستگیر قصوری تھا جو مکہ سے کفر کا فتوے لایا تھا۔ نواب صدیق حسن خان لکھو کے کا مولوی محمد اور عبدالحی۔ رشید احمد گنگوہی لدہیانہ کے تین مولوی۔ سید احمد خان جو کہتا تھا کہ ہماری تحریریں بے فائدہ ہیں۔ محمد عمر مولوی شاہدین لدہیانوی۔ نذیر حسین دہلوی۔ محمد حسین بھینی مولوی محمد اسماعیل علیگڈھی۔ رسل بابا امرتسری۔

جس نے جلد معجزہ دیکھنا ہو۔ اسے چاہیئے کہ دو صورتوں میں سے ایک صورت اختیار کرے یا تو سخت مخالف بنے یا محبت کا کامل تعلق پیدا کرے۔

خدا تعالےٰ کا وعدہ ہے۔ کہ جو تیری اہانت کریگا اس کی میں اہانت کروں گا۔ اور جو تیری اعانت کرے گا اس کی میں اعانت کروں گا معمولی پر مخالفت کرنے والا اور اپنے کاروبار میں چلنے پھرنے والا ماخوذ نہیں ہوتا۔ کیونکہ خدا حلیم اور کریم ہے وہ اس طرح نہیں پکڑتا۔

بعض لوگوں کا اعتقاد ہے کہ چونکہ خدا تعالےٰ علےٰ کل شئ قدیر ہے۔ اسواسطے وہ اسبات پر بھی قادر ہے کہ جھوٹ بولے۔ ایسا اعتقاد بے ادبی میں داخل ہے ہر ایک امر جو خدا تعالےٰ کے وعدہ اس کی ذات جلال اور صفات کے برخلاف ہے وہ اس کی طرف منسوب کرنا بڑا گناہ ہے جو امر اس کے صفات کے برخلاف ہے ان کیطرف اس کی توجہ ہی نہیں۔

صدیق حسن خان نے ادریس کے آسمان پر جانے کی تکذیب کی ہے اور لکہا ہے کہ اگر وہ آسمان پر گیا۔ تو اس کی موت کس طرح سے ہوگی کیونکہ سب کا مرنا زمین پر ضروری ہے۔ تعجب ہے۔ کہ مسیح کے معاملہ میں یہ بات اسکو سمجھ نہیں آئی۔

اگر خدا تعالےٰ نے حضرت عیسےٰ کو موت نہیں دی اور ویسے ہی آسمان پر اوٹھا لیا ہے تو لفظ رفع کا قرآن شریف میں کافی تھا۔ رفع سے پہلے توفی کے لفظ لانے کی پھر کوئی ضرورت نہ تھی۔ آسمان پر جانے کا مفہوم تو لفظ رفع سے ہی پوری طرح نکل سکتا تھا۔

اہل تشیع کا عقیدہ ہے۔ کہ امام حسین آنحضرت سے افضل ہیں۔ اور اس پر دلیل یہ بیان کی جاتی ہے کہ امام حسین کو شہادت کا درجہ ملا۔ جو آنحضرت کو نہ ملا تہا یہ ایک غلط خیال ہے کیونکہ شہادت صرف امام حسین کو نصیب نہیں ہوئی۔ کئی ہزار صحابہ کو ہوئی۔ اسمیں سب برابر ہیں اور آنحضرت کا کسی کے ہاتھ سے قتل نہ کیا جانا ایک بڑا بھاری معجزہ ہے اور قرآن شریف کی صداقت کا ثبوت ہے کیونکہ قرآن شریف کی پیشگوئی ہے۔ کہ واللّٰہ یعصمک من الناس۔ اور پہلی کتابوں میں یہ پیشگوئی درج تھی کہ نبی آخر زمان کسی کے ہاتھ سے قتل نہ ہوگا۔ علاوہ ازیں فضیلت کا معاملہ اللہ تعالےٰ کی کتاب سے ثابت ہوتا ہے خدا کی پاک کتاب نے آنحضرت کو سب سے افضل قرار دیا امام حسین نے کہیں یہ دعوےٰ نہیں کیا کہ میں سب سے افضل ہوں نہ انکی کسی تحریر سے اور نہ کسی تقریر سے ایسی بات ظاہر ہوتی ہے کہ وہ تمام امت سے افضل ہیں۔ اور اگر ان کا کوئی ایسا دعوے ہوتا تب بھی ماننے کے قابل نہ تہا کیونکہ قرآن شریف کے برخلاف تہا۔ امام حسین کی شہادت سے بڑھکر حضرت مولوی عبد اللطیف صاحب کی شہادۃ ہے جنہوں نے صدق اور وفا کا نہایت اعلےٰ نمونہ دکہایا اور جنکا تعلق شدید بوجہ استقامت سبقت لے گیا تہا۔ اللہ تعالےٰ جانتا ہے۔ کہ لوگوں کے مراتب اور درجات کیا ہیں۔ اسی نے مجھے الہام کیا ہے کہ۔ انی فضلتک علی العالمین۔ اگر سارا زمانہ ایک طرف ہو جاوے اور میں اکیلا ایک طرف رہ جاؤں۔ تب بھی خدا کے الہام کے بالمقابل کسی کا کہنا نہیں مان سکتا۔ اگر امام حسین کو یہ وحی ہوئی تھی کہ وہ قیامت تک سب سے افضل ہیں۔ تو دوسری وحی اسی خدا نے اسکے برخلاف مجھے کس طرح سے کردی اگر یہ وحی شیطانی ہے تو دن رات خدا تعالےٰ کی تائید اور نصرۃ اس کے ساتھ کیوں ہے عجب خدا ہے جو پچیس تیس سال سے مفتری کو مہلت دیتا ہے بلکہ دن بدن اس کے سلسلہ کو ترقی دیتا ہے اور اس کے مخالفوں کو ہلاک کرتا ہے۔ اس طرح سارے انبیاء کی صداقت پر شبہ پڑ سکتا ہے افتراء اور کذب تو ایک مکروہ اور غیر طبعی امر ہے انسان کب تک اسکو اختیار کر سکتا ہے۔ ہمارے دشمن تو ہمیشہ منتظر رہتے ہیں کہ یہ اب مارے گئے اور اب ہلاک ہوئے۔ مگر ہر دفع انکو ندامت اٹھانی پڑتی ہے ہر طرح سے ایذا دیتے ہیں قتل کی دہمکیاں دیتے ہیں ہمارے قتل کے جواز کے فتوے دیتے ہیں۔ خون کے مقدمات بناتے ہیں مگر خدا ہر امر میں بقول ان کے کاذب کی طرفداری کرتا ہے ہماری دشمنی کے سبب ان کی شریعت بہی بدل گئی خدا جو صادق کا معاون ہوا کرتا تہا۔ اب ان کے نزدیک کاذب کا معاون ہونے لگا یہ عداوت انکو کشاں کشاں کہاں لے جائیگی۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ یہ عناد ان کو رفتہ رفتہ لا الہ الا اللہ کے حلقہ سے باہر نکال دیگا۔ صادق کے لئے ایک امر مابہ الامتیاز ہوتا ہے۔ اگر وہ نہیں تو انبیا کی صداقت مشتبہ ہو جاتی ہے۔

۱۳ ستمبر ۱۹۰۵ء۔ فرمایا۔ اگر بعض لوگ خوش ہوتے ہیں کہ ہم نے دعا کی تہی۔ تو بارش ہوگئی مگر ان کی یہ دعائیں قابل قدر نہیں ہیں کیونکہ یہ صرف مصیبت کے وقت کا رونا ہے۔ اور مصیبت کے ذرا ہٹنے کے بعد پھر وہی سخت دلی ان میں پائی جاتی ہے۔ اس بارش پر بھی خوش نہیں ہونا چاہیئے جو بات الہام الٰہی سے ہم کو معلوم ہوئی ہے۔ وہ یہی ہے۔ کہ اس زمانہ کے لئے دن خیر کے نہیں ہیں۔ اور یہ سچ ہے۔ کہ اگر خدا ان بلاؤں کو نازل نکرے تو پھر دین کی خیر نہیں۔ تین قسم کے لوگ ہیں۔ خواص۔ اوسط درجہ کے لوگ اور عوام۔ خواص تو دہریہ مذہب بن رہے ہیں۔ انکو دین کی کچھ پرواہ نہیں بلکہ دین پر ہنسی ٹھٹھہ کرتے ہیں اوسط درجہ کے لوگ خواص کے تابع ہیں۔ عوام مثل وحشیوں کے ہیں تمام دنیا کیحالت اسوقت بگڑی ہوئی ہے مقدمہ والے ہیں تو جہوٹے گواہوں کے بنانے میں مصروف ہیں زمیندار ہے تو شریعت کو چہوڑ بیٹھا ہے ملازم ہے تو اپنی ملازمت کے حقوق ادا نہیں کرتا۔ تاجر ہے تو اپنی تجارت میں قسما قسم کے دہوکھوں میں مصروف ہے۔ جب تک لوگ تقوےٰ اختیار نہیں کرینگے خدا ہرگز اون پر راضی نہ ہوگا۔ اور نہ یہہ بلائیں ان کے سر سے ٹلینگی۔

زندہ آدمی کا زمین میں دفن ہونا

(از جناب شمس العلماء خان بہادر مولوی محمد ذکاء اللہ صاحب دہلوی)

ہم ہندوؤں اور مسلمانوں کا عام دستور ہے کہ جب کسی عزیز کو دیکھتے ہیں کہ اسکی نبض نہیں چلتی سانس بند ہے۔ سارا بدن ٹھنڈا برف ہوگیا۔ جبڑا اور سارے اعضاء اکڑ گئے ہیں چہرہ پر مردنی چہا گئی ہے آنکھیں پتھرا گئی ہیں رنگان کی تو مڑ گئی ہے۔ ناک کا بانسا پہر گیا ہے تو اوس کے مرجانے کا بالکل یقین کر لیتے ہیں۔ مگر بعض بیماریاں جیسے سکتہ۔ بیہوشی اور غشی ایسی ہوتی ہے کہ مزید احتیاط کے لئے طبیب کو بلا کر ان کا امتحان کراتے ہیں۔ بدن میں سوئیاں چبہو کر دیکھتے ہیں۔ کہ خون نکلتا ہے یا نہیں؟ جب نہیں نکلتا تو جان لیتے ہیں کہ اس کی جان نکل گئی۔ پہر جہانتک جلدی ہو سکتی ہے مردہ کو مرگہٹ یا قبرستان میں پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ مردہ جب تک گہر میں پڑا رہے ہندو مسلمان دونوں کہانا حرام سمجھتے ہیں۔ ہندو مردہ کو نجس جانتے ہیں۔ اسلئے دونوں مردہ کی تجہیز اور تکفین میں جلدی کرتے ہیں۔ اس جلدی کا نتیجہ شاذ و نادر یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ مردہ کو ارتھی میں رکھکر یا جنازہ بنا کے لے چلے۔ کہ رستہ میں مردہ متحرک ہوا جس سے معلوم ہوا کہ ہنوز مردہ میں جان باقی ہے۔ یہ دیکھکر ہمراہی ڈر جاتے ہیں۔ بعض ہندو تو ایسے وہمی ہوتے ہیں کہ وہ مردہ کو گھر میں نہیں لاتے وہ سمجھتے ہیں کہ کوئی خبیث روح اسکے اندر گھس گئی ہے اسکے گہر میں لے جانے سے ضرور کوئی خرابی ہوگی۔ اور بار ہیوں کا تو یہ عقیدہ ہے کہ اگر ایسے آدمی کو گھر میں لائینگے تو ضرور گھر میں وبا یا کوئی بلا آئیگی۔ اسلئے اوسکو گھر سے باہر رکھتے ہیں مگر مسلمان اوسکو خوشی خوشی گھر لے آتے ہیں۔ اور خدا کا شکر کرتے ہیں بعض دفعہ مرنے کی ساری علامتیں جو اوپر بیان ہوئیں نمودار ہوتی ہیں۔ ارتھی اور جنازہ کی تیاری ہو جاتی ہے مگر مردہ گھڑی میں ایسی حرکت کرتا ہے کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جان نکلکر پھر آگئی۔ پس اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جو علامتیں موت کی اوپر بیان ہوئیں وہ یقینی موت کی نہیں۔ اکثر اون سب کے نمودار ہونے پر بہی جان باقی رہتی ہے جس کا ظہور گھڑی میں یا ارتھی اور جنازہ میں ہوتا ہے۔ مگر معلوم نہیں کہ کتنے ایسے زندہ مرگھٹوں میں جل جاتے ہونگے۔ یورپ اور امریکہ میں ڈاکٹروں نے تحقیق کیا ہے کہ یقینی موت کی اگر کوئی علامت ہے تو وہ صرف ایک ہی ہے یعنے جب بدن بکس کر سڑ جائے اور متعفن ہو جائے مگر اس میں بہی یہ شرط ہے کہ اس سے پہلے کوئی ایسا مرض نہ ہو جس میں بدن سڑ کر متعفن ہوتا ہو۔

آدمی کو نہ جلانے سے نہ دبانے سے نہ ریکو ٹرین کے نیچے کچل جانے سے ایسی تکلیف ہوتی ہے جیسی کہ زندہ دفن ہونے سے ہوتی ہے۔ پس اس سے زیادہ جانکاہ اور درد انگیز کوئی اور واقعہ نہیں ہو سکتا کہ آدمی زندہ دفن کر دیا جائے۔ اس سے بچنے کے لئے مصریوں نے یہ طریقہ اختیار کیا تہا کہ کوئی آدمی مرتا تو اسے اپنے پروہت کو امتحان کے لئے دے دیتے۔ جب وہ کہہ دیتا کہ ہاں! اسے یقینی موت آگئی ہے۔ تو اوسکو خوشبودار گوند اور ممی ملتے۔ یونانیوں کو بہی یہی خوف تہا کہ ہم کسی

[illegible] لی کا نشان [illegible] روشن تھی [illegible] حالیں تھے [illegible] پانی سے [illegible] معلوم ہوجائے۔ بعض آدمی [illegible] کرنے سے پہلے وصیت کر جاتے ہیں کہ [illegible] کے بعد ہمارا سر کاٹ ڈالا جائے [illegible] زندہ دفن ہونیکی تکلیف اٹھانے کا کوئی احتمال باقی نہ رہے۔

بعض [illegible] کہ یہ خوف ہی ناحق ہے [illegible] کوئی زندہ مردہ سمجھا جاکے قبر میں دفن [illegible] ہوگا تو ایسا [illegible] سے زیادہ [illegible]۔

[illegible] جلد دفن کرنے کا رواج ہے [illegible] کے باعث [illegible] دیکھا گیا کہ کبھی [illegible] سے نیچے ہوئے زمین پر پڑے [illegible] پتھر [illegible] بیٹھا ہوا ہے [illegible] ہوتی ہیں جن [illegible] قبروں میں دفن ہونے کے بعد زندہ ہو گئے ہیں [illegible]۔

کبھی قبروں سے ایسی آوازیں بھی سننے میں آئی ہیں کہ جیسے مردہ فریاد کرتا ہو۔ بعض آدمی [illegible] اپنے عزیزوں کی صورت دیکھنے کے لئے قبر دوبارہ کھولا ہے تو وہ زندہ نکلے ہیں۔ مسلمانوں کے ہاں دستور ہے کہ جب قبر کو پکا بناتے ہیں تو گڑھا کھول کر کیوڑے یا گلاب کے شیشے مردہ پر ڈالتے ہیں۔ اس گڑھا کھولنے میں کبھی یہ دیکھا گیا ہے کہ مردہ کو جسطرح قبر میں لٹایا تھا اسطرح وہ نہیں لیٹا ہے یا تو بیٹھا ہوا ملا ہے یا کسی کروٹ سے پڑا ہوا۔

پارسیوں کے ہاں دخمہ کے طاقوں میں مُردے رکھنے کا ایسا اچھا دستور ہے کہ اگر مردہ میں ذرا بھی جان ہو تو معلوم ہوجاتی ہے پارسیوں کا یہ پرانا اعتقاد ہے کہ گدھ دار رکتے ہیں زندہ اور مردہ کے شناخت کرنے کی جیسی جبلی قابلیت ہے ویسی کسی طبیب حاذق میں بھی نہیں ہو سکتی۔ اسلئے جب کوئی آدمی ان کا مرتا ہے تو گھر پر کتے کو لاتے ہیں۔ اور جب دخمہ پر پہنچتے ہیں تو وہاں بھی کتے کو لاکر دکھاتے ہیں۔ اس رسم کا نام اُنہوں نے سگ دید رکھا ہے کہتے ہیں کہ [illegible] کتے [illegible] ہونے کی بہت سی مثالیں لکھی ہوئی ہیں۔

ایک کتا اپنے [illegible] کے جنازہ کیساتھ بڑا مضطر اور بیتاب چلا جاتا تھا۔ جب جنازہ قبر کے پاس لایا گیا تو وہ [illegible] تابوت زمین پر گر پڑا۔ اور [illegible] تختہ ٹوٹ گیا اور اس صدمہ سے مردہ [illegible] آیا [illegible] معلوم ہوا کہ زندہ ہے۔

ایک دفعہ ایک شخص مر گیا۔ اسکا کتا اس کی قبر پر جا بیٹھا کئی دفعہ تو اسے پکڑ کر گھر لے گئے مگر وہ رسی توڑ کر پھر قبر پر چلا گیا اسکے ایک برس بعد گرجے کا صحن بڑھانے کے لئے وہ قبر کھودی گئی تو اس میں ایسی علامتیں پائی گئیں جن سے معلوم ہوتا تھا کہ قبر میں زندہ ہو کر اس مردے نے کچھ کام لینے حرکتیں کی تھیں۔

پارسیوں کے ہاں اس سگ دید کی رسم کے سوا مُردوں کو دخمہ کے طاقوں میں رکھدیتے ہیں۔ جنکے گوشت کو گدھ کھا جاتے ہیں اور گدھ کبھی اُس گوشت کو مونہہ نہیں لگاتا جو مردار نہو۔ اس لئے گدھ کا گوشت کھانا اُسکے مرنے پر صاف اور یقینی دلالت کرتا ہے۔

اب ایک اور بات انسان اور حیوان میں روح کے معطل ہونیکی ہے جسکے سبب سے زندہ آدمی کچھ دیر کے لئے مردہ معلوم ہوتا ہے جس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ جسم سے روح باہر نکل کے پھر آتی ہے۔ اوسکو عالم رویا میں جانا بھی کہتے ہیں۔ اس روح کے باہر جانے کے اکثر حکما قایل نہیں جسکے سبب سے زندہ آدمی مردہ معلوم ہوتے ہیں۔ اور پھر جی جاتے ہیں۔ مگر ان مشاہدات کی وجہہ ہونے روح کے معطل ہوتے یا اوس کے باہر جانے اور اندر آنے کے کچھہ اور بتائی نہیں جا سکتی تالابوں کے خشک ہو جانے سے مچھلیاں بالکل مردہ معلوم ہوتی ہیں اور جب اُن پر پانی ڈالو تو وہ پھر زندہ ہو جاتی ہیں [illegible] سانپ جاڑے میں ٹھٹھر کر بالکل سوکھ جاتے ہیں اور ذرا بھی جان اون میں معلوم نہیں ہوتی مگر جب اون کو گرمی پہنچائی جاتی ہے تو وہ لہرانے لگتے ہیں۔ مینڈک کیچڑ میں لتھڑ پتھڑ ہو جاتے ہیں اور کیچڑ اون پر خشک ہو کر ایک خول بنجاتی ہے جسکے اندر یہ مینڈک بالکل مردہ ہو جاتے ہیں مگر اون مٹی کے خول کو اتار کر پانی میں ڈال دو تو وہ ٹرانے لگتے ہیں۔ یہ تو حیوانوں کی مثالیں تھیں اب انسانوں کی سنئے!

ایک جوگی میں یہ کمال تھا کہ جب اوسکو روپیہ دیکر کہتے کہ مرجا تو وہ مرجاتا تھا۔ اس حالت میں جب سب طرح اسکا امتحان کر کے دیکھتے تھے مگر اُن کی یہی رائے قرار پاتی تھی کہ یہ بیشک مرگیا ہے اور پھر تھوڑی دیر کے بعد زندہ ہو جاتا تھا۔ روح کا معطل کرنا اوس جوگی کے اختیار میں تھا۔ مگر بحال کرنا اوس کے قابو سے باہر تھا۔ گو روح خود بخود دیر سویر میں آجاتی تھی۔ ایک دفعہ اوسنے اپنی روح کو معطل کیا۔ پھر وہ کسی طرح بدن میں نہ آئی اور وہ سچ مچ مر ہی گیا۔ اور اسی پیشہ میں کہ وہ مُردہ بن کر پھر زندہ ہو اُسکی جان گئی۔

ضعیف آدمیوں اور بچوں میں یہ بات بہت دیکھنے میں آتی ہے کہ روح اون کی معطل ہو جاتی ہے۔ اور پھر بحال ہو جاتی ہے امتداد مرض حیات کا چشمہ خالی اور موت کا عمل مختصر کر دیتا ہے۔ غم والم اور تکالیف اور مصائب کی کثرت اور بہت سی بیماریاں موت کو لے آتی ہیں مگر جان کی رمق باقی رہجاتی ہے اور اُن کی موت جو معلوم دیتی ہے۔ وہ ضعف غش اور بیہوشی ہوتی ہے جو روح کو معطل کر دیتی ہے بہ نسبت مردوں کے یہ حالت عورتوں پر زیادہ طاری ہوتی ہے بعض بچے ایسے پیدا ہوتے ہیں کہ اُن کی روح معطل معلوم ہوتی ہے اور وہ مردہ معلوم دیتے ہیں مگر پھر کچھ عرصہ کے بعد روح اُن میں بحال ہو جاتی ہے۔

ولیم ٹب صاحب نے ایک کتاب اسی باب میں لکھی ہے وہ لکھتے ہیں کہ جب میں ہندوستان کی سیر کو گیا۔ تو بابو سنسار چند سین پرائیویٹ سکرٹری مہاراجہ جے پور ۸۔ مارچ ۱۸۹۶ء کو مجھے ایک معزز عالم فقیر کے پاس لیگئے وہ اپنی چوکی پر آلتی پالتی مارے بیٹھا تھا۔ مہاراجہ کے باغ کے پاس اُس کا بڑا [illegible] مکان تھا۔ اس فقیر کے اختیار میں تھا کہ جب چاہے اپنی روح کو جسم سے باہر لے جائے اور لے آئے۔ [illegible] یہ کہو کہ وہ اپنی روح کو معطل کرنا جانتا تھا اور یہ عمل کر کے وہ بالکل مُردہ بنجاتا تھا اور پھر زندہ ہو جاتا تھا۔ دسمبر ۱۸۹۵ء میں مُردہ ہونے کی حالت میں ۲۰ دن رہا۔ اُسکا امتحان بھی نہایت نگہبانی اور ہوشیاری سے کیا جاتا تھا۔

ڈاکٹر ہیمچندر سین دہلی نے اور اون کے بھائی سنسار چندر سین نے اس فقیر کا امتحان اُس حالت میں کیا کہ وہ ایک مکان میں جاڑا بسر کرنے کے لئے بند تھا کچھ دیر تک اُسکی نبض آہستہ آہستہ چلی اور پھر موقوف ہو گئی اور اُنہوں نے وہ آلہ اُسکے دل پر لگایا جس سے دل کی حرکت دریافت کرتے ہیں تو اُسکے دل میں ذرا بھی حرکت محسوس نہیں ہوئی۔ فقیر کو سفید کفن پہنایا گیا اور زمین کے اندر ایک تہ خانہ چھہ فٹ سی چھہ فٹ گول کھودا گیا اور سی اینٹ اور گارے سے چنکر فقیر کو اُسمیں اُتار دیا اور دروازہ اُسکا بند کر دیا اور مقفل کر کے قفل پر ڈاکٹر ہیم سین نے اپنی مہر لگادی اور رائے ادہنالال مجسٹریٹ شہر نے وہاں اپنا چوکی پہرہ بٹھا دیا۔ ۲۰ [illegible] روز کے بعد مدفن کھولا گیا تھا البتہ مُردنی اُسپر چھائی ہوئی تھی۔ اعضاء اکڑ اور ٹھٹھر گئے تھے اور وہ [illegible] سے باہر نکالا گیا تو اوس کی مونہہ پر شہد اور دودہ اور جسم اور جوڑوں پر تیل ملا گیا شام کو زندگی کے آثار معلوم ہوئے اور فقیر کو دودہ کا ایک چمچہ پلایا گیا۔ دوسرے دن دال کا پانی اور تیسرے دن کے بعد وہ دودہ روٹی کھانے لگا جو اُسکی معمولی غذا تھی۔

اس فقیر کی یہ باتیں دہلی اور جے پور میں مشہور ہیں یہ فقیر سنسکرت کا بڑا پنڈت تھا اور ہندو جو علم اور مذہب کا شوق رکھتے تھے وہ اُسکے چیلے ہوتے چلے جاتے تھے اُسکی دانشمندی اور عقلمندی ظاہر تھی اس نے کبھی کسی سے روپیہ طلب نہیں کیا۔ دولت کے ذکر سے اوسے نفرت تھی۔

۱۱ مئی ۱۸۵۰ء کے میڈیکل ٹائمز میں مسٹر بریڈ کا ایک مراسلہ چھپا ہے وہ لکھتے ہیں کہ میں نے اس باب میں شہادت کی جمع کرنے میں کوئی موقع ہاتھہ سے نہیں دیا کیونکہ اس قسم کے کارہائے عظیم میں بہت سی شعبدہ بازیاں اور دہوکے بازیاں اور چالاکیاں ہوتی ہیں۔ مگر اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ بعض حالتیں بالکل بے لاگ بھی ہوتی ہیں۔ اہل سائنس کو چاہئے کہ اس مشکل کام کو یقین ہی کر لیں۔ پھر وہ ان دو نوشتوں کا ذکر کرتے ہیں جنمیں لوگوں نے اپنے چشمدید واقعات لکھے ہیں جنکو وہ پہلی شہادت کیساتھہ ملا کر کہتے ہیں کہ زندہ کا مردہ بنکے دفن ہونا۔ اور پھر زندہ نکلنا ایک ایسا واقعی امر ثابت ہوتا ہے کہ جس میں شعبدہ بازی اور دہوکا دہی اور لاگ کو ہرگز دخل نہیں اوس کی ایک مثال یہ لکھی ہے کہ ایک فقیر چھہ ہفتہ تک زمین کے اندر دفن رہا وہ کھانے پینے ہی سے محروم نہیں رہا بلکہ ہوا اور روشنی سے بھی۔ جب وہ زمین کے اندر سے نکالا گیا تو اوس کے بازو اور ٹانگیں کانپتے تھے۔ اور ٹھٹھر اور اکڑ گئے تھے۔ لیکن اس کا چہرہ صاف تھا اور نبض نہیں چلتی تھی۔ تین برس تک میں ایک جنرل کی مصاحبت میں رہا وہ نہایت عقلمند اور معزز تھا۔ مدت سے ہندوستان میں ملازم تھا اس نے ایک حالت خود دیکھی تھی کہ ایک فقیر کئی فٹ نیچے زمین میں دفن رہا اور اسکی نگرانی کے واسطے پہرہ چوکی بڑی احتیاط سے مقرر کیا گیا کہ اُسکے ساتھہ کوئی آمد و رفت نہ رکھہ سکے اور مزید احتیاط کے لئے اُسکے مدفن پر اناج بو دیا گیا۔ جو اُگ کر بڑھ بھی گیا تھا۔ وہ ۴۲ دن تک اسی طرح دفن رہا اس عرصہ میں وقتاً فوقتاً جنرل صاحب نے خود جا کر دیکھا کہ اناج بدستور بڑھتا چلا آتا ہے جب وہ زمین سے نکالا گیا تو اسوقت بھی جنرل صاحب موجود تھے اُنہوں نے فقیر سے سوال و جواب بھی کئے اور کہا کہ مجھے اس میں شعبدہ بازی کا شبہ ہوتا ہے تو فقیر نے کہا کہ اب مجھے دبوائیے اور خود امتحان کر لیجئے۔ تو پھر جنرل صاحب نے خود اپنے باغ میں امتحان کیا۔ فقیر اُتنے ہی دن زمین میں دفن رہا جتنے دن پہلے رہ چکا تھا۔ اور اُن کو پھر اس واقعہ میں کوئی شبہ نہ رہا ایسے واقعات کی اور شہادتوں کا بھی اضافہ ہو سکتا ہے۔ سر کلاڈ ویڈ صاحب جو مہاراجہ رنجیت سنگھ کے دربار میں لاہور کے پولیٹکل ایجنٹ تھے اُنکی زبانی مسٹر بریڈ کو یہ اطلاع ہوئی کہ میں اس بات کو کہ آدمی زمین میں زندہ دفن ہو کے پھر ایک مدت کے بعد زندہ نکلتا ہے بالکل خلاف عقل جانتا تھا وہ ہماری فزیالوجی یعنے علم الاعضا کے برخلاف تھی لیکن میں نے اس کے برعکس ایسا ظاہر ثبوت اسکا دیکھا کہ اس کے واقعی ہونے میں مجھے ذرا شبہ نہیں رہا۔ ویڈ صاحب نہایت معزز اور شریف آدمی تھے انھوں نے رنجیت سنگھ کے دربار میں ایک فقیر کو زمین میں دفن ہوتے ہوئے دیکھا تھا اور اسکی تحقیقات میں اپنی ادبر مشقت شاقہ کو

[illegible] ایسے ہوتے ہیں کہ مریض میں [illegible] بھی اُسمیں جان رہتی ہے۔ ایسی صورت مرگ اتفاقی میں [illegible] ہیضہ میں جسکے [illegible] زیادہ وقوع ہوجاتی ہے [illegible] موت کی علامات مقرر [illegible] کر دینا چاہئے [illegible] متعفن نہو بھی صرف ایک علامت یقینی موت کی ہے [illegible] بعد [illegible] متعفن ہونے لگا ہو (ف) راقم [illegible]

کرنے والے ٹھیرے - کیا یہ سچ نہیں ہے کہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) انہیں میں سے تھے وہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) جنکی بابت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکر کی قدر و منزلت اللہ تعالےٰ کے نزدیک اسبات سے ہے جو اسکے دل میں ہے - پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ انہیں مکہ والوں میں سے تھے۔ حضرت عمرؓ بڑے بھاری مخالف تھے یہانتک کہ ایک مرتبہ مشورہ قتل میں بھی شریک اور قتل کے لئے مقرر ہوئے لیکن آخر خدا تعالےٰ نے ان کو وہ جوش اظہار اسلام کا دیا کہ غیر قومیں بھی ان کی تعریف کرتی ہیں اور ان کا نام عزت سے لیتے ہیں۔

غرض

ہمکو وہ مشکلات پیش نہیں آئے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو پیش آئے باوجود اسکے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فوت نہیں ہوئے جبتک پورے کامیاب نہیں ہو گئے اور آپ نے **اذا جاء نصر اللہ والفتح و رایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا** کا نظارہ دیکھ نہیں لیا۔

آج ہمارے مخالف بھی ہر طرح کی کوشش ہمارے دکرنے کی کرتے ہیں مگر خدا کا شکر ہے کہ وہ اس میں کامیاب نہیں ہو سکے اور انہوں نے دیکھ لیا ہے جسقدر مخالفت اس سلسلہ کی انہوں نے کی ہے اسیقدر **ناکامی** اور **نامرادی** انکے شامل حال رہی ہے اور اللہ تعالےٰ نے اس سلسلہ کو بڑھایا ہے یہ تو خیال کرتے اور رائے لگاتے ہیں کہ یہ شخص مر جاویگا اور جماعت متفرق ہو جاوے گی۔ یہ فرقہ بھی دوسرے فرقہ برہموؤں وغیرہ کیطرح ہے کہ جن میں کوئی کشش نہیں ہے - اسلئے اسکے ساتھ ہی اسکا خاتمہ ہو جاویگا - مگر وہ نہیں جانتے کہ خدا تعالےٰ نے خود ارادہ فرمایا ہے کہ اس سلسلہ کو قایم کرے اور اسے ترقی دے - کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے فرقے نہ تھے - اسوقت انکے مخالف بھی یہی سمجھتے ہوں گے کہ بس اب ان کا خاتمہ ہے لیکن خدا نے ان کو کیسا نشو و نما دیا - اور پھیلایا - انکو سوچنا چاہیئے کہ اگر کوئی فرقہ تھوڑی سی ترقی کر کے رک جاتا ہے تو کیا ایسے فرقوں کی نظیر موجود نہیں جو عالم پر محیط ہو جاتے ہیں - اسلئے اللہ تعالےٰ کے ارادوں پر نظر کر کے حلم کرنا چاہیئے - جو لوگ رہ گئے اور ان کی ترقی رک گئی انکی نسبت ہم یہی کہیں گے کہ وہ اس کی نظر میں مقبول نہ تھے وہ اس کی نہیں بلکہ اپنی پرستش چاہتے تھے - مگر میں ایسے لوگوں کو نظیر میں پیش کرتا ہوں جو اپنے وجود سے جل جاویں اور اللہ تعالےٰ ہی کی عظمت اور جلال کے خواہشمند ہوں اسکی راہ میں ہر دکھ اور موت کے اختیار کرنیکو

اما دہ ہوں پھر کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ اللہ تعالےٰ انہیں تباہ کر دے ؟ کون ہے جو اپنے گھر کو خود تباہ کر دے ؟ انکا سلسلہ خدا کا سلسلہ ہوتا ہے اسلئے وہ خود اسے ترقی دیتا ہے اور اس کے نشو و نما کا باعث ٹھیرتا ہے -

ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر دنیا میں ہوئے ہیں کیا کوئی بتا سکتا ہے کہ انمیں سے کون تباہ ہوا ؟ ایک ہی نہیں اور پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو مجموعی طور پر دیکھو کیونکہ آپ جامع کمالات تھے۔ ساری قوم آپ کی دشمن ہو گئی اور اسنے قتل کے منصوبے کئے مگر آپ کی اللہ تعالےٰ نے وہ تائید کی جسکی نظیر دنیا میں نہیں ملتی -

ایک دفعہ اوایل دعوت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ساری قوم کو بلایا یہ ابوجہل وغیرہ سب انمیں شامل تھے - (یہاں حضرت اقدسؑ نے وہ سارا واقعہ بیان فرمایا جسکو حالی نے نظم کیا ہے ہم نے مناسب موقع کے لحاظ سے وہ شعر یہاں درج کر دئے ہیں ایڈیٹر)

اشعار

وہ فخر عرب زیب محراب و منبر تمام اہل مکہ کو ہمراہ لیکر
گیا ایک دن حسب فرمان داور سوئے دشت اور چڑھ کے کوہ صفا پر

یہ فرمایا سب سے کہ اے آل غالب
سمجھتے ہو تم مجھکو صادق کہ کاذب

کہا سب نے قول آجتک کوئی تیرا کبھی ہم نے جھوٹا سنا اور نہ دیکھا
کہا گر سمجھتے ہو تم مجھکو ایسا تو باور کرو گے اگر میں کہونگا

کہ فوج گران پشت کوہ صفا پر
پڑی ہے کہ لوٹے تمہیں گھات پاکر

کہا تیری ہر بات کا یہاں یقین ہے کہ بچپن سے صادق ہے تو اور امین ہے
کہا گر مری بات یہ دلنشین ہے تو سن لو خلاف اسمیں اصلا نہیں ہے

کہ سب قافلہ یہاں سے ہے جانے والا
ڈرو اس سے جو وقت ہے آنے والا

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادی عرب کی زمین جسنے ساری ہلادی
نئی اک لگن دل میں سبکے لگادی اک آواز میں سوتی بستی جگادی

پڑا ہر طرف غل یہ پیغام حق سے
کہ گونج اوٹھے دشت و جبل نام حق سے

اہل مجمع نے سمجھا تھا کہ یہ مجمع بھی کسی دنیوی مشورہ کے لئے ہوگا لیکن جب ان کو اللہ تعالےٰ کے آنے والے عذاب سے ڈرایا گیا تو ابوجہل بول اٹھا۔ **تبت لک سائر الیوم الھذا جمعتنا**

غرض باوجود اسکے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو وہ صادق اور **امین** سمجھتے تھے مگر اس موقع پر انہوں نے خطرناک مخالفت کی اور ایک آگ مخالفت کی بھڑک اٹھی - لیکن آخر آپ **کامیاب** ہو گئے اور آپ کے مخالف سب نیست و نابود ہو گئے۔

فرمایا لوگ چاہتے ہیں کہ ترقی ہو مگر وہ نہیں جانتے کہ ترقی کسطرح ہوا کرتی ہے - دنیاداران نے تو یہی سمجھ لیا ہے کہ یورپ کی تقلید سے ترقی ہوگی مگر میں کہتا ہوں کہ ترقی ہمیشہ **راستبازی** سے ہوا کرتی ہے اسکے لئے اللہ تعالےٰ نے نمونہ رکھا ہوا ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کی جماعت کا نمونہ دیکھو - ترقی اسیطرح ہوگی جیسے پہلے ہوئی تھی - اور یہ بالکل سچی بات ہے کہ پہلے جو ترقی ہوئی وہ صلاح اور تقوےٰ اور راستبازی سے ہوئی تھی - وہ اللہ تعالےٰ کی رضا کے جویا ہوئے اور اس کے احکام کے تابع ہوئے - اب بھی جب ترقی ہوگی اسی طرح ہوگی -

سید احمد خان قومی قومی کہتے تھے مگر افسوس ہے کہ وہ ایک بیٹے کی بھی اصلاح نکر سکے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ دعوےٰ کرنا اور چیز ہے اور اس دعوےٰ کی صداقت کو دکھانا اور بات اصل یہی ہے جو کچھ اللہ تعالےٰ نے قرآن شریف میں سکھایا ہے جبتک مسلمان قرآن شریف کے پورے متبع اور پابند نہیں ہوتے وہ کسی قسم کی ترقی نہیں کر سکتے - جسقدر وہ قرآن شریف سے دور جاتے ہیں اسیقدر وہ ترقی کے مدارج اور راہوں سے دور جا رہے ہیں -

قرآن شریف پر عمل ہی ترقی اور ہدایت کا موجب ہے

اللہ تعالےٰ نے تجارت زراعت اور ذرایع معاش سے جو حلال ہوں منع نہیں کیا مگر ہاں اس کو مقصود **بالذات** قرار نہ دیا جاوے بلکہ اسکو بطور **خادم دین** رکھنا چاہیئے - **زکوٰۃ** سے بھی یہی منشاء ہے کہ وہ مال خادم دین ہو -

خوب یاد رکھو کہ اصل طریق ترقی کا یہی ہے جبتک قوم اللہ تعالےٰ کے لئے قدم نہیں اٹھاتی اور اپنے دلوں کو پاک و صاف نہیں کرتی کبھی ممکن نہیں کہ یہ قوم ترقی کر سکے یہ خیال محض غلط ہے کہ صرف انگریزی پڑھنے اور انگریزی لباس پہنے اور شراب پینے اور فسق و فجور میں مبتلا ہونے سے ترقی ہو سکتی ہے یہ تو ہلاک کرنے کی راہ ہے نوح علیہ السلام کے زمانہ میں جو قوم رہتی تھی کیا وہ معاش اور آسایش کے سامان نہ رکھتے تھے ؟ کیا وہ انگریزی ہی پڑھے ہوئے تھے ؟ اسی طرح لوط علیہ السلام کے زمانہ میں بھی معاش کے ذریعے تھے - اسطرح اس زمانہ میں بھی معاش کے بعض ذریعے ہیں جنمیں سے ایک یہ **زبان** بھی ہے جو معاش کا ذریعہ سمجھی گئی ہے - لیکن وہ **زبان** جو خدا کی زبان ہے اسے اللہ تعالےٰ نے علم و معرفت کی **کنجی** بنایا ہے جب انسان تعصب سے پاک ہو کر تدبر سے قرآن شریف کو دیکھے گا اور اعراض صوری اور معنوی سے باز رہیگا بلکہ دعاؤں میں لگا رہیگا تب ترقی ہوگی۔

یہ لوگ جو **قومی ترقی قومی ترقی** کا شور مچا رہے ہیں میں ان کی آوازوں کو سن کر حیران ہوا کرتا ہوں کہ شاید انکو مرنا ہی بھولا ہوا ہے اور ناپایدار زندگی کو انہوں نے مقدم کر لیا ہے یہ چاہتے ہیں کہ یورپ جیسے امیر کبیر بن جاویں - ہم منع نہیں کرتے کہ حد مناسب تک کوئی کوشش نکرے مگر افراط تو مذموم امر ہے نہیں ان ترقی چاہنے والوں کے نزدیک عملی طور پر ہر ایک بدی حلال ہے یہانتک کہ زنا بھی - جیسا کہ یورپ کا عملی طرز بتا رہا ہے - اگر یہی ترقی ہے تو پھر ہلاکت کیا ہوگی ؟ پس تم اپنی نیتوں کو **صاف کرو** - اللہ تعالےٰ کو رضامند کرو - دعاؤں میں لگے رہو - اور دین کی اشاعت کے لئے دعا کرو پھر منع نہیں ہے کہ خدا تعالےٰ نے جس قسم کی استعداد اور مناسبت معاش کے لئے دی ہے اس سے کام لو - زراعت ہو یا ملازمت یا تجارت کرو مگر یہ نہیں کہ اس کو مقصود بالذات سمجھکر دل اس سے لگا لو - بلکہ دل اس سے ہمیشہ اداس رکھو اور اسے ایک ابتلا سمجھو اور دعا کرتے رہو کہ خدا تعالےٰ وہ زمانہ لاوے کہ فراغت کا زمانہ یاد الٰہی کے لئے میسر آوے -

میری غرض اور تعلیم تو یہ ہے جو اسپر مخالفت کرے اسکا اختیار ہے ہنسی کرے اختیار ہے مگر حق یہی ہے۔

جو لوگ آزاد مشرب ہیں وہ ایسی باتوں پر سخت ہنسی کرتے ہیں - اور کہتے ہیں کہ یہ لوگ اطفال کے درجہ پر ہیں اور ہمیں تیرہ سو برس پیچھے لے جاتے ہیں - مگر جن میں تقوےٰ ہو - اور موت کو یاد رکھتے ہیں وہ فیصلہ کر سکتے ہیں کہ ان دونوں میں سے حق پر کون ہے ؟

میں یہ بھی دیکھتا ہوں کہ جب تک صحت ہے اسوقت تک یہ لوگ ایسی باتیں کرتے ہیں لیکن جب ذرا مبتلا ہوتے ہیں تو ہوش میں آجاتے ہیں - نیچری مذہب کی لئے اسیقدر مستحکم ہوگا جسقدر دنیوی آسایش و آرام میسر ہوگا - جسقدر مصائب ہونگے ڈھیلا ہوتا جائیگا -

جو شخص دنیوی وجاہت اور عہدہ پاتا ہے اور قوم میں ایک عزت دیکھتا ہے وہ کیا سمجھ سکتا ہے کہ دین کیا چیز ہے - ؟

جو گروہ نمازوں میں تخفیف کرنی چاہتا ہے اور روزوں کو اڑانا چاہتا ہے اور قرآن شریف کی ترمیم کرنے کا خواہشمند ہے اگر اسے ترقی ہو تو تم سمجھ لو کہ انجام کیا ہو ؟

(اسکے ضمن میں آپ نے نواب محمد حیات خان مرحوم کا ذکر کیا کہ اللہ تعالےٰ نے کس طرح پر قبل از وقت مجھے اس کی بحالی کی اطلاع دی جسکی میں نے اسکو بھی خبر دیدی تھی - لیکن جب بحال ہو گیا تو پھر وہ ساری باتیں جو معطلی کے زمانہ میں تھیں بھول گئیں۔

حوادث روزگار کی خبرین

۸ ستمبر کی صبح اٹلی مین شمالی ہندوستان مین ۴ اپریل ۱۹۰۵ء کی صبح سے بہت کچھ مشابہت رکھتی ہے کیونکہ اس تاریخ اٹلی مین سخت زلزلہ سے جان و جائداد کا بھاری نقصان ہوا۔ خاص کالبیریا مین ۳۴۷ جانین مکانات گرنے سے دب کر ضائع ہوئین۔ اسکے ارد گرد کے قریباً بارہ دیہات کو نقصان پہنچا۔ اور پیزو۔ مونٹیمن اور مارٹی رینو قصبے بالکل تباہ ہو گئے۔ مارٹی رینو مین جانون کے نقصان کی تعداد دو ہزار ہے۔ مقام پارگلی سے تین سو اور رجا پلو سے دو سو لاشین ملین۔ صدمہ سے سارا علاقہ ویرانہ معلوم ہوتا ہے۔ ملک کیحالت ایک وسیع قبرستان کے مشابہ بتائی گئی ہے۔ لاشین متعفن ہو رہی ہین۔ شوریدہ سرابادی نے سامان اعانت کی ٹرین کو گھیر لیا اور شور اعانت مچانا شروع کیا۔ میلون تک زمین مین شگاف ہو چکے ہین۔

ماہ روان کی پیشینگوئی :۔ ولایت کے ایک مشہور منجم نے ماہ ستمبر کے واسطے مندرجہ ذیل پیشین گوئیان کی ہین۔ دیکھئے ان مین سے کون کون درست ثابت ہوتی ہین۔ (۱) فرانس مین کسی بات پر سخت جھگڑا ہوگا۔ (۲) روم کی خواتین پر بہت ظلم ہوگا۔ (۳) ۲۴ اور ۲۶ ستمبر کو زلزلہ آئیگا۔ (۴) ٹرکی مین گڑبڑ مچیگا۔ (۵) جس شخص کی سالگرہ کا دن ۲۴ ستمبر ہوگا اس کے خاندان کو مصیبتون کا سامنا ہوگا (۶) جس عورت کی سالگرہ ۲۲ کو ہوگی وہ ضرور بدچلن ثابت ہوگی۔ (۷) زار روس کے خلاف شرمناک سازشین کی جائینگی جنکے قتل کرنے کی کوشش کی جاویگی سب واہیات ذلیلین ہین +

زلزلہ زدگان اٹلی :۔ اٹلی کے زلزلہ زدہ علاقہ مین مصیبت زدون کے لئے جھونپڑیان بنائی جارہی ہین۔ اور دیگر امدادی کام بھی سرگرمی سے ہو رہے ہین۔
کوہی علاقہ کے دور دراز مقامات پر امداد کے پہنچانے اور مزدورون کی قلت سے سخت تکلیف پیش آرہی ہے۔

اٹلی مین ایک اور زلزلہ۔ گذشتہ ہفتہ اٹلی مین سخت زلزلہ آنے کی خبر ہدیہ ناظرین ہو چکی ہے۔ ۱۴ ستمبر کو لندن سے خبر ملی کہ وہان ۱۲ ار کو ۸ بجے شام اور ۲ بجے ۱۳ ار کی صبح کو پھر زلزلہ آیا جس سے بہت کچھ نقصان ہوا۔ وہ لوگ جو پہلے زلزلہ سے پریشان ہو رہے تھے گھبرا اٹھے ہین سخت بے چینی پھیلی ہوئی ہے

ملکہ اٹلی نے ۲ ہزار پونڈ غربا اور مصیبت زدگان مین تقسیم کرنے کے لئے مرحمت کئے ہین۔ اسی طرح کنگ وکٹر ایمنوائیل نے بھی ۴ ہزار پونڈ عنایت فرمائے۔

برہم پتر مین طوفان ۔ امسال دریاے برہمپتر مین نہایت خوفناک طوفان آرہے ہین۔ بنگال کے مقامات میمن سنگھ۔ جمالپور وغیرہ بالخصوص اس طغیانی کے شکار ہوئے ہین۔ دھان وغیرہ کی فصل بالکل ڈوب گئی ہے جسکا سرسبز ہونا غیر ممکن ہو گیا ہے۔ غربا و مساکین لوگ سخت پریشان اور مایوسی کی حالت مین زندگی کے دن پورے کر رہے ہین۔ مکانون مین رہنے کا ٹھکانا نہین بیچارے ناؤیں یا بانسون کے پاڑ باندھکر رہتے ہین۔ مال و اسباب کی فکر تو درکنار۔ جانون کے لالے پڑے ہین۔ جانورون کے لئے چارہ میسر نہین آتا۔ بعض غریب ایک وقت بمشکل کھانا پاتے ہین۔ اس دریا مین سینکڑون برسون سے اس قسم کے قیامت آمیز طوفان نہ آئے تھے۔ مگر اس سال گردش زمانہ نے یہی رنگ دکھلا دیا۔ خدا جانے اہل ہند پر کیون اسقدر آفتین آرہی ہین کہ ایک پل چین سے نہین گذرتا کہین طاعون سے کہین خشک سالی ہے کہین سیلاب ہے۔ کہین زلزلہ ہے بہرحال ہر ایک صوبہ کسی نہ کسی مشکل مین پھنسا ہے۔

سری نگر کشمیر مین طوفانی طغیانی کی خبر پہنچی ہے بارش لگاتار ۴۸ گھنٹہ تک اس زور سے ہوتی رہی کہ تمام جل تھل ایک ہو رہے تھے۔ یہان کی انگریزی بستی بالکل تہ آب ہے۔ امیر اکدل کے پل کے ارد گرد پانی ہی پانی پھیل رہا ہے۔ پوسٹ آفس ناؤ مین اور اکثر سپاہی لوگ بھی مکانات چھوڑ کر ڈونگون مین بود و باش رکھتے ہین ۱۹۰۳ء کا طوفان بہت سخت تھا۔ اس کی نسبت پانی کا چڑھاؤ صرف تقریباً ایک فٹ کے کم تھا۔ دریا اسوقت سمندر سے باتین کرتا ہے۔ سڑک کشمیر پر جا بجا ٹیلے آپڑے اس باعث آمد و رفت بہت دقت طلب ہے۔ سری نگر سے بیکر ۹ میل تک تمام سڑک پانی مین ڈوبی پڑی ہے۔ اس طوفان سے کاریگرون کے لئے مصیبت پر مصیبت ہے۔ خدا کی شان۔!

جہلم۔ دریائے جہلم ۱۲ ستمبر کو سخت طغیانی پر تھا۔ لکڑی کے بہت سے گودام بہ گئے۔ تیراکون نے ۳۰ سلیپر اور ۳۰۰ فی لٹھا لیکر سینکڑون لٹھے اور سلیپر نکال لئے۔ کشمیر سے بھی سیلاب کی خبر آئی ہے۔ ۱۴ کو رات بھر ترشح ہوتا رہا۔ اور آسمان پر ابر غلیظ چھایا ہوا تھا۔

کوہ مری :۔ ۱۱ ستمبر کو ۸ بجے صبح سے بارش شروع ہوئی اور ۳۰ گھنٹے مین ۱۵ انچ پانی برسا۔ فوجی لوگ خیمون مین ہین۔ جنکے اندر بھی پانی بہرا ہوا ہے اسلئے ہیزون پر بستر لگا رکھے ہین۔ اگر بارش جلد نہ تھمی تو بخار لو بخار اور زکام کا چرچا ہو جائیگا۔

مزید زلزلے ۔ کوستنزا (کلابریا) مین ۲ ستمبر کو ۸ بجے شب کے زلزلہ کے تین تازہ جھٹکے اور دو ۱۳ کی صبح کو محسوس ہوئے۔ جن سے مزید نقصان واقع ہوا۔ لوگون مین عام اضطراب پھیل رہا ہے۔

نقصان اور مصیبت ۔ حال کی سیلاب سے بسین ہنزاڈا ریلوے (برہما) کو جو نقصان پہنچا تھا وہ اندازہ سے بہت زیادہ ہے۔ دو ماہ سے پیشتر آمد و رفت نہ ہو سکے گی۔ مزید بارش سے جو طغیانی ہوئی ہے اس سے رہی سہی فصلین بھی غارت ہو جائین گی۔ سیلاب زدہ رقبہ پر حکام نقصان کا اندازہ کر رہے ہین۔

سیلاب :۔ بہار کے سیلاب سے عام مصیبت طاری ہے سڑکین اور کھیت ایک مہینے سے تہ آب ہین ہزارون مکانات گر پڑے کاشتکارون کی حالت قابل رحم ہے۔

بارہ مولا ۔ آتشزدگی سے تباہ ہو گیا۔ خواجہ صمد جو صاحب رئیس اعظم بارہ مولہ کے بہت سے مکانات جل گئے اور سب سے زیادہ خواجہ امیر جو صاحب تحصیلدار جاگیر راجہ امر سنگھ صاحب کا نقصان ہوا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ۱۵ ہزار کے نوٹ اور ۲۵ ہزار کا کرایانہ اور ۱۰ ہزار کی مالیت کے مکان جل گئے۔ گویا خواجہ امیر جو صاحب کا ۵۰ ہزار روپیہ کا نقصان ہوا۔ یہان علاوہ مسلمانون کے ہندوون کا بھی لاکھوں تک نقصان کا اندازہ کیا جاتا ہے اور بالکل تباہ ہو گئے ہین کل مکانات (۱۷۰) جل گئے۔ علاوہ چھوٹے چھوٹے مکانون کے یہ آتشزدگی ایک قہر الٰہی کا نمونہ تھی بارہ مولہ کا وہ درمیانی حصہ جس سے بارہ مولہ کی رونق تھی ایک سنسان اور بھیانک سین دکھلا رہا ہے۔ وہ غریب لوگ جن کی استعداد بہت کم ہے میدان مین گریہ و زاری کر رہے ہین۔ امید کہ راجہ صاحب بہادر ان کے حال پر رحم فرما کر فوری امداد دے ان کی دستگیری فرمائینگے۔
اور رحم دل مہاراجہ صاحب بہادر دام اقبالہ کی خدمت مین مفصل حالات بیان فرما کر معقول امداد کا بندوبست فرمائینگے۔
